منع ہے۔

پھر جمہور کے قول پر مسجد صغیر اور کبیر کی تعریف میں ہم نے طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح سے دوقول ذکر کئے تھے علامہ شامی نے بھی یہی دوقول نقل فرمائے ہیں۔ درمختار میں ہے:۔

ومرور مار فی الصحراء او مسجد کبیر بموضع سجوده فی الاصح او مروره بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت او مسجد صغیر فانه کبقعة واحدة (الی) وان اثم المارّ۔ (۲/۳۹۸ مکتبہ دارالباز)

ترجمہ: صحراء اور بڑی مسجد میں اصح روایت پر موضع سجود سے گزرنے والے کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا یا گزرنے والے کا قبلہ کی دیوار تک گزرنا کمرہ میں ہو یا چھوٹی مسجد میں نماز کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ کمرہ اور چھوٹی مسجد ایک ٹکڑے کی مانند ہے اگر چہ گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:۔

(قوله ومسجد صغیر)هو اقل من ستین ذراعاً وقیل من اربعین وهوالمختار کما اشار الیه فی الجواهر(قهستانی)(قوله فانه کبقعة واحدة) ای من حیث انه لم یجعل الفاصل فیه بقدر صفین مانعاً من الاقتداء تنزیلا له منزلة مکان واحد بخلاف مسجد الکبیر فانه جعل فیه مانعاً فکذا هنا یجعل جمیع مابین یدی المصلی الی حائط القبلة مکانا واحدا بخلاف مسجد الکبیر والصحراء فانه لوجعل کذالک لزم الحرج علی المارة فاقتصر علی موضع السجود۔ (۲/۳۹۸ مکتبہ دارالباز)۔

دوسری جگہ فرمایا

وحاصله ان الدار الکبیرة کالصحراء والصغیرة کالمسجد وان المختار فی الکبیرة اربعون ذراعاً۔(ردالمحتار)

ترجمہ: اور مسجد صغیر وہ ہے جو ساٹھ 60 شرعی گزوں سے کم ہو اور ایک روایت یہ

ہے کہ چالیس 40 گزوں سے کم ہو اور یہی آخری قول چالیس 40 گز والا مختار ہے جیسا کہ جواہر میں اس کی طرف صاحب جواہر نے اشارہ کیا ہے۔ (قہستانی)

(قولہ فانہ کبقعۃ واحدۃ)یعنی مصنف کا قول کہ مسجد صغیر بقعۃ واحدۃ کی طرح ہے یعنی اس حیثیت سے کہ صغیر مسجد میں دوصفوں کی مقدار کا فاصلہ اقتداء سے مانع نہیں ہوتا۔ صغیر مسجد بمنزلۃ ایک مکان کے، کی جاتی ہے بخلاف کبیر مسجد کے کیونکہ اس میں دوصفوں کی مقدار خلا کا وجود اقتداء سے مانع ہوتا ہے پس اسی طرح مرور اور گزرنے کے حکم کیلئے یہاں نماز پڑھنے والے کے آگے قبلہ کی دیوار تک ایک مکان اعتبار کیا جائے گا، بخلاف کبیر مسجد اور صحراء کے کیونکہ اگر مسجد کبیر کو بمنزلۃ مکان واحد کے کیا جائے تو گزرنے والوں پر حرج اور مشقت لازم آئیگی لہذا بڑی مسجد میں سجدے کی جگہ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ کبیرۃ دار صحراء کی طرح ہے اور صغیرہ مسجد کی طرح ہے اور کبیرۃ کی تعیین میں چالیس 40 گز کا قول مختار ہے۔

تنبیہ:۔ یہ بحث مسئلہ اگرچہ صرف نمازی کے آگے گزرنے کا ہے لیکن مسجد صغیر اور کبیر میں امتیاز کا ذکر عموماً دو 2 حکموں کے حوالہ سے کیا جاتا ہے ایک نمازی کے آگے گزرنے کا حکم اور ایک صفوں میں یا امام اور صفوں کے درمیان خلاء کے وجود کا اقتداء کیلئے مانع ہونے کا حکم لہذا ساٹھ 60 گز یا چالیس 40 گز سے کم مسجد بالاتفاق مسجد صغیر ہے ایسی مسجد میں دوصفوں کی مقدار خلاء کا وجود امام کی اقتداء سے مانع نہیں ہوگا نیز جمہور کے نزدیک ایسی مساجد میں قبلہ کی دیوار تک نماز پڑھنے والے کے آگے گزرنا ممنوع ہے، البتہ علامہ ابن ھمام نے فتح القدیر میں بین یدی المصلی سے استدلال فرما کر صغیر مسجد میں بھی موضع سجود سے آگے تقریباً دو صف تک گزرنے کو ممنوع فرمایا ہے اور اس سے آگے گزرنے کو جائز فرمایا ہے۔ ساٹھ 60 یا چالیس 40 گز سے زائد مسجد کبیر مسجد کہلائے گی۔ پھر فقہاء کرام کی عبارتوں سے کبیر مسجد کی دو قسم سمجھ آتی ہیں۔ ایک کبیر اور دوم کبیر جداً یعنی بہت بڑی مسجد

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

جس طرح قدیم زمانہ کی تیار شدہ خوارزم کی مسجد جس کے سولہ ہزار ستون ہیں اور مسجد القدس جو کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے **مسجد القدس، مسجد الصخرہ اور مسجد البیضاء** اور زمانہ جدید کی مساجد میں مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ بھی بہت بڑی مساجد سے ہیں۔ایسی مساجد کا مساجد کبیرۃ یا اکبر ہونا مسلمات سے ہے فقہاء کرام نے ان مساجد کیلئے کبیر جداً کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں ان مساجد کی مثال بالاتفاق صحراء کی ہے اور صحراء اور ایسی مساجد میں فقہاء نے دوصفوں کی مقدار خلاء کے وجود کو اقتداء کیلئے مانع فرمایا ہے اور ان مساجد میں بغیر سترۃ نماز پڑھنے والے کے آگے دوصفوں کے بعد گزرنے کو جائز فرمایا ہے۔اور کبیر مسجد کی دوسری قسم جو ساٹھ گز سے بڑی ہو لیکن مسجد خوارزم اور مسجد القدس جتنی بڑی نہ ہوں۔ایسی مساجد کو بعض علماء کرام صغیر مسجد میں شمار کرتے ہیں۔لیکن ہمارے خیال میں ایسی مساجد، مساجد کبیرۃ ہیں یعنی ایسی مساجد جو ساٹھ 60 یا چالیس 40 گز سے تو بڑی ہوں لیکن خوارزم اور بیت القدس کی مساجد جیسی بڑی نہ ہوں بلکہ ان سے بہت چھوٹی ہوں جیسے کراچی کی بڑی مساجد مثلاً: میمن مسجد بولٹن مارکیٹ اور طوبیٰ مسجد ڈیفنس اور رحمانیہ مسجد طارق روڈ اور مبارک مسجد سی۔ویو اور اقصیٰ مسجد فیڈرل بی۔ایریا وغیرھا، ان مساجد کو بعض علماء نے مرور اور اقتداء سے مانع دونوں حکموں میں مساجد صغیرۃ میں شمار کیا ہے یعنی دوصفوں کی مقدار خلاء ان مساجد میں اقتداء سے مانع نہیں ہوگی اور قبلہ کی دیوار تک ان مساجد میں نماز پڑھنے والے کے آگے گزرنا منع ہوگا لیکن ہمارے خیال میں مذکورہ مساجد ان دوحکموں میں کبیرہ مساجد ہیں کیونکہ مساجد صغیرۃ اور کبیرۃ کی تعریف ان کے قول کی تائید نہیں کرتی بلکہ مسجد کبیر کی تعریف کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کراچی کی مذکورۃ اور ان جیسی مساجد ان دوحکموں میں کبیرۃ مساجد ہوں۔

چونکہ کتب فقہ میں جہاں دوصفوں کی مقدار خلاء کو اقتداء سے مانع کہا گیا ہے وہاں مسجد کبیر جداً کے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں اور ان کی مثال مسجد خوارزم اور مسجد القدس سے دی گئی ہے اور جہاں نماز پڑھنے والے کے آگے گزرنے کا حکم ذکر کیا گیا ہے وہاں ساٹھ 60 گز یا چالیس 40 گز سے زائد مسجد کو کبیر کہا گیا ہے۔لہذا مساجد کی اگر تین قسم کرلی جائیں تو مناسب ہوگا صغیر، کبیر اور اکبر۔بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ ساٹھ گز سے زائد بڑی مساجد ان دو احکام میں فقہاء قدیم کے نزدیک مساجد کبیرۃ کے حکم میں ہیں یہ کہ ان مساجد میں دوصفوں کی مقدار خلاء کا وجود اقتداء کیلئے مانع ہوگا اور بغیر سترہ نمازی کے آگے دوصف کے بعد گزرنا جائز ہوگا۔لیکن خلاء کے مانع ہونے کے حکم

میں فقہاء کے نزدیک عدم جواز اقتداء کی علت ''دوصفوں کے خلاء کے مقدار'' کی وجہ سے امام کی حالت رکوع اور سجود کا اشتباہ ہے اگر اشتباہ نہ ہو تو خلاء کا وجود اقتداء سے مانع نہیں ہوتا اور موجودہ دور میں اسپیکروں کی وجہ سے امام صاحب کی آواز دور دور تک پہنچتی ہے اس لئے خلاء کے باوجود اشتباہ نہیں رہتا اس لئے ان مساجد میں دوصفوں یا اس سے زائد صفوں کے خلاء کے باوجود عدم اشتباہ کی وجہ سے اقتداء جائز ہوگی۔ چنانچہ شامی نے نقل کیا:

وفی النوازل جعله کالمسجد والمسجد وان کبر لا یمنع الفاصل الا فی الجامع القدیم بخوارزم الخ۔

ترجمہ: اور نوازل میں جنازہ گاہ کو مسجد کے حکم میں کیا گیا ہے اور مسجد اگرچہ بڑی ہو اس میں فاصل مانع اقتداء نہیں ہوتا مگر جامع قدیم خوارزم الخ (۴۳۳)۔

لہٰذا مذکورۃ کبیرۃ مساجد میں خلاء کے مانع ہونے کا حکم باقی نہیں رہا۔ مزید تفصیل ہماری کتاب رفیق المعتکفین میں ملاحظہ فرمائیں۔

اور دوسرا حکم یہ ہے کہ مساجد کبیرۃ میں محل سجود کے قریب دوصف تک نمازی کے آگے گزرنا منع ہے اور اس کے بعد گزرنا جائز ہے۔ لہٰذا ان مساجد میں دیوار قبلہ تک گزرنے کو ممنوع کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ نمازی کے آگے بغیر سترہ گزرنے کے جواز کی علت لوگوں کیلئے حرج اور مشقت کو دفع کرنا ہے، جس کو علامہ شامی نے ذکر فرمایا اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ موجودہ دور میں الحمد للہ نماز پڑھنے والوں سے مساجد بھری ہوئی ہوتی ہیں خصوصاً رمضان المبارک اور جمعہ کی نمازوں میں لوگ کثرت سے نمازوں میں شریک ہوتے ہیں اور کاہلی اور سستی کی وجہ سے بعض حضرات دیر سے آتے ہیں مسبوقین اور بعد میں آنے والے نمازیوں کا سلسلہ جماعت سے فراغت کے بعد ایک دو گھنٹہ جاری رہتا ہے پہلی صفوں کے لوگوں کو مسجد سے اپنی اپنی ضروری حاجات کیلئے جلدی نکلنا ہوتا ہے اور ہر صف کیلئے الگ الگستروں کا انتظام کرنے میں مشقت ہوتی ہے۔ اس لئے کراچی اور کراچی جیسے بڑے شہروں کی مساجد کو مرور کے حکم میں مساجد کبیرۃ میں شمار کیا جائے تو بہتر ہے تاکہ لوگوں کیلئے آسانی اور یسر ہو اور حرج مدفوع ہو بلکہ مساجد صغیرۃ میں بھی ابن ھمام صاحب فتح القدیر کے قول پر عمل کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔

توضیح:۔ مذکورۃ تفصیلی بحث کے بعد کتب فقہ میں نمازی کے سامنے مرور کے مسائل میں اگر مسجد کا

لفظ مطلق ذکر کیا گیا ہو تو اس سے مراد مسجد صغیر ہوگی مثلاً فتح القدیر میں جوامع الفقہ سے منقول ہے:۔

فی المسجد یکره وان کان بعیداً وفی الخلاصة وان کان فی المسجد لا ینبغی لاحد ان یمر بینه و بین حائط القبلة وقال بعضهم یمر ماوراء خمیس ذراعاً وقال بعضهم قدر مابین الصف الاول وحائط القبلة ومنشأ هذه الاختلافات مایفهم من لفظ بین یدی المصلی فمن فهم ان بین یدیه یخص مابینه وبین محل سجوده قال به ومن فهم انه یصدق مع اکثر من ذالک نفاه وعین ما وقع عنده والذی یظهر الخ۔

ترجمہ: مسجد میں نمازی کے آگے گزرنا منع ہے اگر چہ دور ہو اور خلاصہ میں ہے اگر گزرنا مسجد میں ہو تو مناسب نہیں کسی ایک کیلئے یہ کہ گزرے نمازی کے اور قبلہ کی دیوار کے درمیان اور بعض علماء نے کہا گزرنے والا پچاس 50 گز کے بعد گزرے اور ان میں سے بعض علماء نے کہا مقدار اس کی پہلی صف اور قبلہ کی دیوار کے درمیان جگہ کے برابر ہے ان مختلف اقوال کی بنیاد وہ مفہوم ہے جو حدیث میں مذکور بین یدی المصلی کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے پس وہ شخص جس نے سمجھا کہ بین یدیہ کا لفظ نمازی اور محل سجود کے درمیان جگہ کے ساتھ خاص ہے تو اس نے اس کا قول کرلیا اور جس شخص نے سمجھا کہ بین یدیہ لفظ اس فاصلہ سے زاید پر صادق آتا ہے تو اس نے محل سجود کی نفی کردی اور وہ قول کیا جو اس کے نزدیک واقع ہے اور وہ جو ظاہر ہے وہ یہ کہ بین یدیہ کا مفہوم محل سجود کیساتھ خاص ہے۔ (فتح القدیر)

ذکر کردہ فقہی عبارات میں مسجد سے مراد صغیر مسجد ہونی چاہئے۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

فائدہ: مذکورۃ تفصیل اسی وقت ہے جب نمازی کے آگے سُترہ نہ ہو اگر نمازی کے آگے سُترہ ہو تو سُترہ کے بعد گزرنے والے کو کوئی گناہ نہیں ہوگا چاہے مسجد صغیر ہو یا مسجد کبیر ہو یا اکبر، لہذا سُترہ کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔

☆ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من ولده والده والناس اجمعین ☆

سُترہ کے مسائل:۔

سُترہ کے مسئلہ میں بعض امور کا یاد رکھنا ضروری ہے۔

1 - نمازی کے آگے بغیر سترہ سجدہ گاہ سے گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اگر چہ کتا اور عورت اور گدھا گزرے۔

2 - لیکن گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔

3 - جس جگہ سے گزرنا مکروہ ہے اس میں اختلاف ہے، لیکن راجح فخر الاسلام کا قول ہے وہ یہ کہ جب خشوع کی حالت میں نظر سجدے کی جگہ ہو اس سے آگے جہاں تک نظر جاتی ہے وہاں تک گزرنا مکروہ ہے۔ ہمارا محتاط اندازہ سجدے کی جگہ سے آگے دو صف کی مقدار ہے، لہذا دو صف کی مقدار کے بعد گزرنا مکروہ نہیں ہے یہ حکم صحراء اور بڑی مسجد کا ہے۔

4 - صحراء اور کبیر مسجد میں نماز پڑھنے کے وقت سُترہ کا اہتمام کرنا چاہئے۔

5 - سُترہ کا طول ایک گز شرعی مساوی ڈیڑھ فٹ ہونا ضروری ہے۔اور سُترہ کی موٹائی ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر ہونا چاہئے۔

6 - نماز پڑھنے والا سُترہ کے قریب ہو۔

7 - سُترہ دائیں بھنویں یا بائیں کے سامنے ہونا چاہئے۔

8 - امام کا سُترہ قوم کا سُترہ ہے حتی کہ مسبوق کیلئے بھی امام کا سُترہ کافی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مسبوق کیلئے الگ سُترہ قائم کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔

9 - سُترہ زمین میں گاڑا جائے طولاً یا عرضاً رکھنا معتبر نہیں ہے۔

10- نماز پڑھنے والا شخص گزرنے والے کو گزرنے سے ہاتھ کے اشارہ سے منع کرے یا بلند آواز سے سبحان اللہ کہے تا کہ گزرنے والا رک جائے۔اور عورت ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مارے اور اگر دو صف آگے چل کر قتال کرے گا تو صحیح قول پر نماز فاسد ہو جائیگی۔ اور حدیث قتال صحیح قول پر منسوخ ہے۔

لطیفہ: ابن ماجہ میں حضرت ام سلمۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے آپ کے سامنے حضرت ام سلمۃؓ کا پہلے شوہر سے بیٹا عبد اللہ یا عمر

گزرنے لگا آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا تو وہ واپس لوٹ گیا اور حضرت ام سلمہؓ کی پہلے شوہر سے بیٹی حضرت زینب گزرنے لگی آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا لیکن حضرت زینب آگے سے گزر گئیں واپس نہیں لوٹیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ھُنَّ اَغْلَبُ یعنی عورتیں غالب ہوتی ہیں۔

فائدہ: مسجد حرام میں نماز پڑھنے والوں کے آگے گزرنا بلا کراہت جائز ہے۔ (شامی) مسجد حرام میں نمازی کے آگے گزرنے کا حکم تو کتب فقہ میں مذکور ہے لیکن مسجد نبوی علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حکم نظر سے نہیں گزرا مگر مسجد الرسول ﷺ اس وقت مسجد خوارزم اور مسجد القدس سے بھی بڑی ہو چکی ہے، اس لئے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والے کے آگے بغیر سترہ سجدہ کی جگہ سے دوصف کی مقدار کے بعد گزرنے میں تو بالاتفاق گناہ نہیں ہوگا۔ جس طرح فخر الاسلام کا قول ہے کہ سجدہ گاہ سے آگے جہاں تک حالت خشوع میں نظر پڑتی ہے وہاں تک گزرنا منع ہے بلکہ مسجد نبوی میں لوگوں کے اژدھام کے باعث فخر الاسلام کے قول میں بھی تنگی اور عسر ہے لھذا اگر مسجد نبوی ﷺ کے متعلق جمہور کے قول کہ ''نمازی کے قدموں اور سجدے کی جگہ کے درمیان گزرنا مکروہ ہوتا ہے'' پر فتوی دیا جائے تو مناسب ہوگا۔ بلکہ ریاض الجنۃ میں نہایت اژدھام کی وجہ سے لوگ نمازیوں کی گردنیں پھلانگ رہے ہوتے ہیں لہذا عموم بلوی کی بنیاد پر ریاض الجنۃ کے لوگوں کیلئے ایک دوسرے کی سجدہ گاہوں کے اندر سے گزرنے کے جواز کا فتوی بھی دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ عام حالات میں بھی مسجد نبوی میں پانچ سے دس لاکھ آدمی ہر نماز میں شریک ہوتے ہیں اور جمعہ، عیدین، رمضان اور ذی الحج کے ایام میں بیس سے تیس لاکھ لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد نمازیوں کے آگے گزرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ انہیں عموم بلوی کی وجہ سے گناہ گار بنانے کے قول کے بجائے گناہ گار نہ ہونے کا قول کیا جائے تو یہ قول ایسر اور افضل ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم

چنانچہ ردالمحتار میں ہے:۔ کہ حضرت المطلب بن وداعۃ روایت کرتے ہیں:

رأیت رسول اللہ ﷺ یصلی حذوَ الرّکن الاسود والرجال والنساء یمرون بین یدیہ ما بینھم وبینہ سترۃ۔

(الی) قال ثم رئیت فی البحر العمیق حکی عزالدین بن جماعة عن مشکلات الآثار للطحاوی ان المرور بین یدی المصلی بحضرت الکعبة یجوز قلت وھذا فرع غریب فلیحفظ (اھ۵۱۶/۳ شامی مکتبہ دارالباز)۔(ارشاد الساری الی مناسک الملاعلی قاری صفحہ ۱۷۲ دارالکتب العلمیہ) اور (ھدایة السالک الی مذاھب الاربعه فی المناسک ۹۴۵)

ترجمہ:۔ میں نے رسول ﷺ کو حجر اسود کے کونہ کے محاذی نماز پڑھتے دیکھا مرد اور عورتیں آپ ﷺ کے آگے گزر رہے تھے ان گزرنے والوں اور آپ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ مسجد حرام میں بغیر سترہ نمازی کے آگے گزرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

پھر علامہ شامی نے فرمایا:۔

اُس نے کہا میں نے بحر عمیق میں دیکھا عزالدین بن جماعة نے علامہ طحاوی کی مشکلات الآثار سے حکایت کی کہ کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے والے کے آگے گزرنا جائز ہے میں کہتا ہوں یہ تفریع اور جزئیہ عجیب وغریب ہے اس کو یاد رکھا جائے۔

موجودہ دور میں امام ابن ہمام کا قول مفتیٰ بہ ہونا چاہئے، یہ کہ مسجد صغیر اور کبیر کا فرق نہیں ہے اور ہر مسجد میں نمازی کے آگے بغیر سترہ دو صف کے بعد گزرنا جائز ہے کیونکہ اس قول میں یسر ہے نیز مسجد صغیر اور کبیر کی تعریف اور تعیین کسی حدیث میں نہیں ہے بلکہ فقہاء کا قول ہے۔ اور فقہاء کرام نے اپنے دور کے حساب سے مسجد صغیر اور کبیر کی مقدار بیان فرمائی تا کہ لوگوں سے مشقت اور حرج دفع کی جائے، موجودہ دور کی مشکلات کے پیش نظر امام ابن ہمام کا قول زیادہ مناسب ہے۔

الحاصل:۔

☆ جمہور فقہاء کے نزدیک چھوٹی مساجد میں بغیر سترہ قبلہ کی دیوار تک نمازی کے آگے گزرنا مکروہ ہے۔ اور چھوٹی مسجد سے ایک قول پر چالیس 40 گز سے کم مقدار یا دوسرے قول پر ساٹھ 60 گز سے کم مقدار کی مسجد مراد ہے۔ لہذا بڑے شہروں کی اکثر مسجد بڑی مساجد ہیں۔

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

☆ بڑی مساجد میں سوائے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے نمازی کے آگے بغیر سترہ سجدے کی جگہ سے آگے دوصف کے بعد گزرنا جائز ہے اور دوصف کے اندر گزرنا منع ہے۔ اور کراچی، لاہور، اسلام آباد، پشاور، ملتان، کی اکثر مساجد بڑی مساجد ہیں۔

☆ مسجد حرام میں نمازی کے آگے سجدہ گاہ کے اندر سے گزرنا بھی بغیر سترہ جائز ہے اور اژدھام کے وقت مسجد نبوی میں بھی سجدے کی جگہ کے اندر سے بغیر سترہ نمازی کے آگے گزرنا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ مسجد حرام میں جواز کی علت حرج اور مشقت کا دفع کرنا ہے اور یہی علت مسجد نبوی میں بھی موجود ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

نوٹ: سیدی فخرالاسلام کے قول کے مطابق نمازی کی سجدہ گاہ سے دوصف کے فاصلہ کی مقدار احتیاطاً لکھی گئی ہے ورنہ سجدہ گاہ سے صرف ایک صف آگے کی مقدار تک خشوع کیساتھ نماز پڑھنے والے کی نگاہ احاطہ کرتی ہے لھذا ایک صف کے بعد گزرنا مکروہ نہیں ہوگا۔

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی درج ذیل کتب و رسائل

ہمارے ہاں دستیاب ہیں.

۱.تاریخ نفاذ حدود ۲.کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت ☆ چند جدید معاملات کی شرعی حیثیت

۳.کریڈٹ کارڈ (تاریخ، تعارف، شرعی حیثیت) ۴.کلوننگ (تعارف، امکانات، خدشات، شرعی نقطہ نظر) ۵. امام و خطیب کی شرعی و معاشرتی حیثیت

۶.مختصر نصاب سیرت ۷.مختصر نصاب فقہ ۸ مختصر نصاب قرآن

۹.مختصر نصاب حدیث ۱۰.انڈیکس شرح صحیح مسلم ۱۱.روزہ رکھیئے مگر !

۱۲.قربانی کیسے کریں ۱۳.آسان و مختصر دعائیں ۱۴.لوگ کیا کہیں گے؟

۱۵.کڑوی روٹی ۱۶.منتخب مباحث علوم القرآن ۱۷.پندرھویں صدی کا مجدد کون؟

۱۸.شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت ۱۹.رطب و یابس (مجموعہ مضامین)

۲۰.بینکوں کے ذریعہ زکوۃ کی کٹوتی کی شرعی حیثیت ۲۱ .مفتی کون؟ فتوی کس سے لیں؟

مکتبہ فیض القرآن قاسم سنٹر اردو بازار کراچی ۔ فون 2217776

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

مثنوی و مولوی و معنوی   ہست قرآں در زبانِ پہلوی

وانہ شفاء الصدور وجلاء الاحزان و کشاف القرآن (البلخی)

مطالعۂ مثنوی شریف

ہفتہ وار سلسلہ ہر اتوار کے اتوار

بیادِ عاشقِ رومی حضرتِ علامہ عبدالرحمٰن مہری چشتی گولڑوی

الداعی : پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

بشنو از نے چوں حکایت می کند	واز جدائی ہا شکایت می کند
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند	ازنفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق	تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق
ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش	باز جوید روزگارِ وصلِ خویش
من بہر جمعیتے نالاں شدم	جفتِ خوشحالاں وبدحالاں شدم
ہرکسے از ظنِ خود شد یارِ من	وز درونِ من نہ جست اسرارِ من
سرِ من از نالہء من دور نیست	لیک چشم وگوش را آں نور نیست
تن زجان وجاں زتن مستور نیست	لیک کس را دیدِ جاں دستور نیست

شریکِ مطالعہ ہونے کے خواہش مند باذوق حضرات رابطہ کر سکتے ہیں

حصولِ علم کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں

☆☆☆

بمقام فرودگاہِ درویشاں شاہ لطیف ٹاؤن ۔ کراچی

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

لیزنگ پر گاڑیوں اور زمین کے حصول کی شرعی حیثیت

محمد عابد چشتی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن وسنت کی شکل میں دین اسلام کو قیامت تک کے لئے محفوظ فرما کر معیار ہدایت مقرر کر دیا اور قرآن وسنت کے احکام میں اتنی وسعت رکھی ہے کہ یہ تا قیامت پیش آنے والے مسائل میں امت مسلمہ کی رہنمائی کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے فقہاء کرام نے ایسی ایسی صورتیں پیش کر دیں جن کا وجود پہلے نہ تھا۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کو بے شمار نئے مسائل کا سامنا ہے۔ ان مسائل جدیدہ میں سے لیزنگ پر گاڑیوں اور زمین کی خرید وفروخت کا مسئلہ بھی ہے۔ محسنِ ملت اسلامیہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان عالم اسلام کی طرف سے Master Level (شہادۃ العالیہ) کے طالب علموں کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے مختلف مسائل پر مضامین فراہم کرتی ہے۔ سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے امسال بھی بیس مختلف مضامین پر سیر حاصل بحث کرنے کا مقالہ کی شکل میں موقع فراہم کیا۔ ان بیس مضامین میں سے لیزنگ پر گاڑیوں اور زمین کی خرید وفروخت کے مضمون کو ناچیز نے موضوعِ تحریر بنایا۔ اگر چہ اس موضوع کی نزاکت مجھ جیسے کم علم کم فہم کو قلم اٹھانے کی اجازت ہرگز نہیں دیتی مگر اذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ بھی تو میرے قادر قدیر پروردگار کا فرمان ہے کہ جس پر عمل کرنے والوں کو ان اللہ یحب المتوکلین۔ کی بشارت عظیمہ سنائی گئی ہے۔ لہٰذا یارب بالمصطفی بلغ مقاصدنا کے الفاظ کے ساتھ دعا کرتے ہوئے قلم اٹھایا ہے اور الحمد للہ۔

انا عند ظن عبدی بی۔ کے پیش نظر اپنی کامیابی کا بھی مکمل یقین رکھتا ہوں۔ لیزنگ پر گاڑیوں اور زمین کی خرید وفروخت میں بحث وافتاء سے قبل فقہ الواقع یعنی مسئلے کی کنہ وحقیقت اور معروضی وواقعاتی نوعیت کو سمجھنا از حد ضروری ہے۔ دینی طبقوں کا یہ المیہ رہا ہے کہ وہ فقہ الواقع کو اچھی طرح نہیں سمجھ پاتے اور اس قسم کے مسائل میں ایسی رائے قائم کر لیتے ہیں جو دین وفطرت کے صریح منافی ثابت ہوتی ہے۔ فقہ الواقع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم الحروف نے زیر نظر مقالہ میں بحث سے قبل اس کی واقعاتی صورت کو حتی الامکان واضح کیا ہے اور اس کے لئے کافی محنت ومشقت

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

بھی اٹھانا پڑی ہے۔ کیونکہ فقہ الواقع کی تفہیم کے لئے اس موضوع سے متعلقہ ضروری کتب کے مطالعہ کے علاوہ متعلقہ میدان کے ماہرین سے براہِ راست تبادلہ خیال بھی ضروری تھا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ، والدین کی رہنمائی، اساتذہ کرام کی محنت اور رفقاء کے خلوص سے راقم الحروف نے یہ مراحل نہ صرف کافی جدوجہد سے طے کئے بلکہ ان کی انجام دہی میں شوق و ذوق کا جذبہ بھی کارفرما رہا۔ زیرِنظر مقالہ میں بنیادی طور پر تین طرق سے بحث کی گئی ہے۔

(۱) لیزنگ کی لغوی تحقیق شرعی وفقہی معنی مع شرعی حکم۔

(۲) لیزنگ عرفاً کیا ہے مع شرعی حکم۔

(۳) لیزنگ اصطلاحی مع شرعی حکم۔

نیز زیرِنظر مقالہ میں فقہ الواقع کو تفصیل سے بیان کر کے اس سے سوال اخذ کئے گئے پھر جواب دلائل سے پیش کئے گئے۔ نیز اگر کوئی عقلاً ونقلاً اعتراض ممکن تھا تو اس کا بھی جواب دیا گیا ہے۔ یہ طریقہ کار محض مقالہ کو مفید سے مفید تر بنانے کے لئے اختیار کیا گیا۔ آخر میں دعا ہے کہ خداوند قدوس اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

لیز Lease کیا ہے؟

لیز کے بارے میں ریاض الحق بدک شانی نے اپنی کتاب Gem - Practical Comlined Dictionary میں لکھا ہے اس کا معنی ہے پٹہ، اجارہ، کرایہ پر کوئی چیز دینا۔ مزید تفصیل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ Noun Lease ناؤن لیز یعنی اسم ہے اور اس سے ورب بھی آتی ہے وہ کہتا ہے:

To let for a..... یعنی معین مدت تک کسی چیز کو کرایہ پر دینا۔ مزید آگے لکھتا ہے:

We lease the house from the local

یعنی ہم نے اپنا مکان کرایہ پر دیا ہے۔ کرایہ دار یا پٹے دار کے لئے لفظ Lease hold استعمال ہوتا ہے۔ (بحوالہ Combined Dictionary، صفحہ ۴۲۴، اظہر پبلشر، اردو بازار لاہور)

M.M. Sabri کی تحقیق:

ایم ایم صابری نے لیزنگ کا معنی بیان کرتے ہوئے اپنی لغت School

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ھجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

Dictionary میں لکھا ہے پٹہ، اجارہ، کرایہ نامہ، ٹھیکے (بحوالہ School Dictionary، ص ۲۲۲، صابری برادرز، اردو بازار لاہور)

Lease کا بدل:

لیزنگ انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں اس کا بدل وعوض کے طور پر لفظ اجیر، اجارہ، کرایہ وغیرہ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب القاموس الحبیب وغیرہ جو کہ ایک انگریزی لغت ہے اور معنی عربی میں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے Lease الاجیر یعنی لیز کا معنی ہے، الاجیر، مزدور۔ اسی سے ہے۔

اجارہ اور اس کا مادہ اجر (ا ج ر) ہے جو کہ قرآنِ مجید میں مختلف طرق سے تقریباً یک صد ہشت (۱۰۸) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ (بحوالہ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن مطبعہ دارالکتب القاہرہ، المصریہ، ۱۳۶۳ از عبدالفؤاد باقی ص نمبر ۱۲، ۱۳، ۱۴)

اجر کا استعمال کتب حدیث میں!

لفظ اجر کتبِ احادیث شریف صحاح ستہ، دارمی، مؤطاً امام مالک، مسند امام احمد بن حنبل میں لفظ اجر تقریباً دوسو چودہ (۲۱۴) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ (بحوالہ المعجم المفہرس لحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۱، ص ۱۶ تا ۲۱)

لیزنگ کا شرعی وفقہی معنیٰ:

لیزنگ کا شرعی وفقہی معنیٰ بیان کرتے ہوئے علامہ ابو الحسین احمد بن محمد البغدادی، صاحب قدوری وغیرہ رقم طراز ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

الاجارۃ عقد یرد علی المنافع بعوض۔

یعنی منفعت پر عوض کے ساتھ عقد کرنا شرعاً اجارہ کہلاتا ہے۔ (بحوالہ المختصر، القدوری، ص ۹۰، مکتبہ امدادیہ ملتان، نیز ہدایہ جلد ثالث کتاب الاجارات، ص ۲۹۳، مطبعہ ناشر قرآن محل کراچی)۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

لیزنگ کی شرائط:

لیزنگ کی شرائط بیع والی ہی ہیں کیونکہ لیزنگ (اجارہ) بیع کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ چنانچہ درمختار اور تنویر الابصار میں ہے۔ (**فکل ما افسد البیع) ممامز (یفسدھا)**

یعنی جتنی چیزوں کا ذکر بیع میں گزرا کہ اسے فاسد کر دیتی ہیں سب اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں۔ (بحوالہ ردالمختار علی در المختار، جلد پنجم، ص ۳۲، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ)

نیز اسی صفحہ پر ہے: **الاجارۃ نوع منالبیع! ھی بیع المنافع۔**

یعنی اجارہ بیع کی قسم میں سے ہے کیونکہ یہ بھی منافع کی بیع ہے۔

امام ابوالحسن قدوری قدوری شریف میں فرماتے ہیں:

(الاجارۃ تفسدھا الشروط کما تفسد البیع) لا منھما بمنذلتہ۔

یعنی اجارہ کو شرطیں فاسد کرتی ہیں جس طرح بیع کو کیونکہ اجارہ بیع کے قائم مقام ہے۔ (بحوالہ قدوری شریف، ص ۹۲، مکتبہ امدادیہ، ملتان، نیز ہدایہ جلد ثالث کتاب الاجارہ باب اجارہ فاسدہ)۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ جز رابع ص ۷۴۲ پر ہے: **والاجارۃ احد نوعی البیع۔**

یعنی اجارہ بیع کی دو قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

ان تمام عباراتِ فقہا سے یہ ثابت ہوا کہ لیزنگ (اجارہ) بیع کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ لہٰذا جو شرائط بیع کی ہیں وہ تمام شرائط اجارہ میں ملحوظ ہیں لیکن ہم مزید تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف کتب فقہ سے شرائط بیان کرتے ہیں۔

۱۔ معاملہ جو بھی ہو وہ متعاقدین کی رضامندی سے ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ بیع کی جو بھی صورت ہو اس کی حقیقت میں متعاقدین کی رضامندی ضروری ہے اور یہ شرط قرآن کریم میں صراحۃً مرقوم و مذکور ہے۔ چنانچہ پارہ نمبر ۵ سورۂ نساء آیت نمبر ۲۹ میں ارشادِ خداوندی ہے فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ۔

۲۔ عقد میں یہ ضروری ہے کہ عوضین معلوم و متعین ہوں اور ایسی جہالت نہ ہو جو باہم جھگڑے کا سبب بن جائے۔ چنانچہ تنویر الابصار مع حاشیہ درمختار المعروف فتاویٰ شامی جلد نمبر ۵، ص نمبر ۳، کتاب الاجارہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ پر ہے۔

وشرطها كون الاجره والمنفعة معلومتين ومنها ان يكون اللمبيع معلوماً والثمن معلومًا علمًا يمنع من المنازعة فبيع المجهول جهالة تفضى اليها غير صحيح۔ (بحوالہ فتاویٰ ہندی، جلد۳، ص۳)

۳۔ ثمن کی ادائیگی کے لئے مدت متعین ہو ایسی جہالت نہ ہو جس سے جھگڑے کا اندیشہ ہو۔ معمولی جہالت نقصان دہ نہیں ہے۔

واما الخلاصة فمنها معلومية الاجل فى البيع بالثمن مؤجل فيفسد ان كان مؤجلاً (بحوالہ مذکورہ)

۴۔ بدلین مال متقوم ہوں۔

ومنها فى الابدلين وهو قيام المالية حتى لا ينعقد متى عدمت المالية هكذا فى محيط السرخسى۔ (بحوالہ فتاویٰ ہندیہ)

۵۔ پانچویں شرط اس میں یہ ہے کہ اس میں غرر اور دھوکہ نہ ہو۔

نوٹ: شرائط کی مزید تفصیل کے لئے الفقہ الاسلامی جلد چہارم، فتاویٰ ہندیہ، جلد۳، درمختار، جلد پنجم، و دیگر کتب فقہ کا مطالعہ فرمائیں۔

شرعی لیزنگ کا حکم:

قیاس تقاضا کرتا ہے کہ اجارہ (لیزنگ) مشروع نہ ہو۔ کیونکہ اس میں معقود علیہ منفعت ہوتی ہے جو بوقت عقد موجود نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کا وجود بعد میں ہوتا ہے اور آئندہ موجود ہونے والی شئے کی طرف تملیک کی اضافت صحیح نہیں۔ مگر شریعت نے ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ قرآن و حدیث اس کی صحت کے شاہد ہیں۔ چنانچہ پارہ ۲۰، سورۃ قصص آیت ۲۷ میں ارشادِ خداوندی ہے:

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھتین علی ان تاجرنی ثمنی حجج ج فان اتممت عشرا فمن عندک ط

کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں۔ اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو پھر اگر پورے دس برس کر لو تو تمہاری طرف سے ہے۔ (کنزالایمان)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فان ارضعن لکم فاتوھن اجرھن ج واتمروا بینکم بمعروف ج (پارہ ۲۸، سورۃ الطلاق، آیت ۶)

پھر اگر وہ تمہارے لئے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو۔

تیسرے مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کو نقل فرماتے ہوئے فرمایا:

قال لو شئت لتخذت علیہ اجراo (پارہ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت ۷۷)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ (حضرت خضر علیہ السلام) سے تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔

لیزنگ کے شواہد حدیث شریف سے:

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف، جلد اول، کتاب البیوع، باب الاجارہ، ص ۲۵۸، قدیمی کتب خانہ کراچی، ابن ماجہ، ص ۱۷۸، باب اجر الاجراء، مطبوعہ ولی محمد تاجران کراچی)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی کسی کو مزدوری پر لے لے تو چاہئے کہ اس کو اس کی مزدوری بتا دے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

ان کے علاوہ اور بہت سی صحیح احادیث صحیحین وغیرہ میں موجود ہے جن سے اجارہ (لیزنگ) کی صحت اوراس کا جواز مفہوم ہوتا ہے۔نص کے مقابلہ میں قیاس قابل عمل نہیں۔

ضرورۃً اجارہ (لیزنگ) کے مشروع ہونے کی امثلہ:

۱۔ دیکھئے قیاس تقاضا کرتا ہے کہ دائی کونوکر رکھنا صحیح نہ ہو کیونکہ اس میں دودھ کی مقدار غیر متعین ہے اوراس کی اجرت یعنی روٹی کپڑا وغیرہ بھی غیر متعین ہے لیکن شریعت نے اس کوضرورۃ جائز قرار دیا۔

۲۔ دوسری مثال کہ جسے شریعت نے ضرورت کے تحت جائز رکھا ہے وہ یہ کہ حمام میں اجرت پر غسل کرنا مشروع نہ ہو لیکن شریعت نے اسے جائز قرار دیا۔عقلاً مشروع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں پانی کی مقدار غیر متعین اور وقت بھی غیر متعین ہے لیکن شریعت نے باوجود ان عقلی وجوہ کے جائز قرار دیا لہٰذا قیاس کوترک کرتے ہوئے نص پرعمل کیا جائے گا۔کیونکہ نص کے مقابلہ میں قیاس کوکوئی گنجائش نہیں۔

عقل زیر حکم دل یزدانی است
چوں زِ دل آزاد شد شیطانی است

فائدہ: اس جیسی امثلہ کی تفصیل کے لئے درمختار، جلد پنجم،ص ۳۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

لیزنگ فی عرفنا وزماننا:

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی لفظ کا لغوی معنی کچھ ہوتا ہے لیکن عرف اور زمانہ اس لفظ کا معنی کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔ بسا اوقات عرف لفظ کے معنی میں اتنی تبدیلی لاتا ہے کہ ظاہراس لفظ کے لغوی معنی اورعرفی معنی میں بالکل مناسبت نظر نہیں آتی ایسے الفاظ کے ہزاروں امثلہ موجود ہیں۔ لیکن صرف دعویٰ کی وضاحت کے لئے مثال پیش کی جاتی ہے۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عربی زبان کا لفظ ہے جُلُوس جو جلس یجلس چوں ضرب،یضرب سے مصدر ہے جوا تنا بدیہی ہے کہ بچہ بچہ اس کے معنی سے واقف ہے کہ اس کا معنی بیٹھنا ہوتا ہے لیکن ہمارے عرف میں جلوس کسی خوشی (جیسا کہ عید میلادالنبی ﷺ) یا غمی یا پھر کسی اور خاص مقصد کے لئے کچھ لوگوں کا جمع ہو کر خروج

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

کرنے کو جلوس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ بیٹھنے اور جمع ہو کر نکلنے میں کیا مناسبت ہے بظاہر کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ بالکل اسی طرح لیزنگ کا معنی ومطلب دراصل اجارہ ہی ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ لیکن ہمارے عرف میں یہ معنی تقریبا تقریبا مفقود ہو چکا ہے بلکہ ہمارے عرف میں اس سے مراد تقریبا بیع بالتقسیط یعنی قسطوں پر خرید وفروخت ہوتی ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

پاکستان میں لیزنگ کا طریقہ کار:

پاکستان میں لیزنگ پر زمین اور گاڑیوں کی خرید وفروخت کا طریقہ کار بظاہر تو تمام بینکوں میں ملتا جلتا ہے لیکن ہر ایک بینک کی اپنی اپنی کچھ آراء ہیں جو کہ مختلف ہیں۔ بنیادی طور پر ان کے طریقے کار کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے وہ بینک جو لیزنگ کو اس کے عام مفہوم یعنی پٹے پر دینے کے ساتھ ساتھ اس کو بیع بالتقسیط (یعنی قسطوں پر خرید وفروخت) سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر دیگر وہ بینکز جو لیزنگ کو اسلامک اجارہ اقتناء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

تمام بینکوں کا مکمل طریقہ کار ان کی علیحدہ علیحدہ شرائط کے ساتھ بالتفصیل لکھنا ممکن نہیں۔ لہٰذا بینکوں کے دونوں گروپس میں سے ہر ایک کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے، جن کے طریقہ کار میں ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف ہے جبکہ دیگر بینکوں کا طریقہ کار ان سے ملتا جلتا ہے۔

لیزنگ کی ابتدائی شرائط:

بینکوں کے دونوں گروپس لیز پر کوئی چیز دینے سے پہلے سکیورٹی کے پیش نظر اپنی تسلی کے لئے کچھ شرائط طے کرتے ہیں، جن کا اگر چہ لیزنگ Proceedure (پروسیجر) کے ساتھ کوئی Direct تعلق تو نہیں ہوتا لیکن چونکہ یہ بینکوں کی لیزنگ کے لئے بنیادی شرائط ہوتے ہیں، اس لئے ان کا یہاں ذکر کرنا ضروری ہے۔ یہ تمام شرائط Lease یعنی لیز پر خرید کرنے والے کے بارے میں ہوتی ہیں اور تقریبا دیگر تمام بینکوں کی شرائط معمولی کمی بیشی کے ساتھ ایک ہی ہیں۔

۱۔ Lease (لیز پر خرید کرنے والے) کی ماہانہ آمدن ایک مخصوص حد سے زیادہ ہو اور عموماً یہ حد گاڑیوں کی لیز کے لئے بیس (۲۰) سے پچیس (۲۵) ہزار تک ہوتی ہے جبکہ زمین کی صورت میں اس کی قیمت کی مناسبت سے مقرر کی جاتی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

۲۔ Lease کی ملازمت، تجارت یا پیشہ ور خدمات کو ایک مخصوص مدت (کم از کم تقریباً تین سال) کا عرصہ گزر چکا ہو۔

۳۔ Lease کیلئے اس شہر سے ہونا ضروری ہے جس شہر کی برانچ سے زمین یا گاڑی لے رہا ہے۔

۴۔ Lease کے ماہنامہ کرائے کی ادائیگی کی رقم اس کی خالص آمدن (Net Take home) کے ایک مخصوص حصے (تقریباً پینتیس (۳۵) فیصد سے پینتالیس (۴۵) فیصد) سے زائد نہ ہو۔

۵۔ Lease (لیز پر خرید کرنے والے) کی عمر ۲۲ سال سے زائد اور تقریباً ساٹھ (۶۰) یا ۶۵ سال سے کم ہو۔

۶۔ Lease (لیز پر خرید کرنے والا) کو اپنے دو عدد فوٹو گراف، قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی، اپنی ملازمت یا تجارت کے کوائف کا سرٹیفکیٹ پیش کرنا ہوگا۔

۷۔ بعض بینکوں کی یہ بھی شرط ہے کہ Lease (لیز پر خرید کرنے والا) کا اس بینک کے ساتھ کم از کم ۶/ ماہ سے لین دین ہو۔

۸۔ بعض بینکوں کی شرط یہ بھی ہے کہ Lease کے اکاؤنٹ میں (چاہے اسی بینک یا کسی اور بینک میں ہو) کم از کم ایک قسط کی رقم موجود ہو۔

۹۔ اور بینک Lease (لیز پر خرید کرنے والا) سے اس کے کوائف (ملازمت، تجارت، آمدن، پیشہ، قومی شناختی کارڈ اور دیگر کاغذات وغیرہ) کی جانچ پڑتال کے لئے تقریباً چار یا پانچ ہزار روپے لے لیتا ہے۔

لیز کی مذکورہ شرائط کا شرعی حکم:

اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہی کافی ہے دارقطنی میں ہے:

> عبداللہ المزنی عن ابیہ عن عدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون علی شروطھم الا شرطاً حرم حلالا او احل حراماً۔ (رواہ دارقطنی)

یعنی حضرت کثیر بن عبداللہ المزنی اپنے باپ وہ ان کے دادا سے روایت

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان اپنے شرائط کے پاسدار ہیں سوائے ان شرطوں کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرتی ہوں۔

اسی طرح ایک مقام پر بخاری شریف، جلد اول، مکتبہ دارالحدیث، ص ۳۰۳ باب اجر السمرۃ میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون عند شروطهم۔

بینکز کی مذکورہ آٹھ شرائط کو مدنظر رکھ کر حدیث شریف پر غور وفکر کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ تمام شرائط شرعاً درست ہیں ناجائز وحرام نہیں۔ کیونکہ ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی ایسی نہیں جو حلال شئے کو حرام یا حرام شئے کو حلال کر دے۔ جس میں حدیث شریف کا خلاف لازم آتا ہو تو گویا یہ ایک ایسی بیع ہوئی جس کو خداوند قدوس نے حلال فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

احل اللہ البیع و حرم الربا۔ (سورۃ بقرہ، پارہ ۳)

دوسری بات یہ ہے کہ بینکز جو شرائط لگاتے ہیں۔ اس میں ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ بینکز ہر اس شخص جس سے یہ شرائط لگاتے ہیں تو اس سے وہ دھوکہ اور نقصان سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ بینکز اگر یہ شرائط نہ لگائیں تو پھر وہ وصولی سے محروم ہو جائیں گے۔ کیونکہ Lease کی طرف سے انہیں دھوکہ بھی ہوسکتا ہے۔

شرط نہم کا شرعی حکم:

ہاں البتہ شرط نہم جس میں بینک محض کوائف کی جانچ پڑتال کے لئے جو رقم وصول کرتا ہے۔ یہ شرعاً جائز نہیں کیونکہ اس شرط میں ایک حرام شئے کو حلال کرنا ہے اور وہ ربا ہے کیونکہ مذکورہ رقم خالی عن العوض ہے۔ اور یہی سود ہے۔ سود کی تعریف کرتے ہوئے علامہ زین الدین المعروف ابن نجیم بحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد نمبر ۶، مطبوعہ دار الکتب عربی مصر، ص ۱۴۴ پر فرماتے ہیں:

الربا فضل مال بلا عوض فی معاوضة مال بمال۔

یعنی مال کے بدلہ میں ایسا زائد مال لینا جسکے عوض میں کچھ نہ ہو سود کہلاتا ہے۔

علامہ ابوبکر برہان الدین مرغینانی ربا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

الربو. الفضل المستحق الاحد المتعاقدين في المعاوضة الخالي

عن عوض شرط فيه۔

یعنی سود معاوضہ میں متعاقدین میں سے ایک کے لئے ثابت ہونے والی

ایسی زیادتی کو کہتے ہیں، جوعقد میں مشروط عوض سے خالی ہو۔

مذکورہ تعریفات کی روشنی میں بینک کی طرف سے کوائف کی جانچ پڑتال کے لئے لی جانے والی فیس بھی چونکہ کسی عوض کے مقابلے میں نہیں ہوتی۔لہٰذا یہ ناجائز ہوگی اور یہ دیگر شرائط کے حکم میں داخل نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ شرائط بینک کی طرف سے محض اپنے اطمینان کے لئے بھی اور ان میں کسی حلال کوحرام یا حرام کو حلال نہیں کیا گیا۔لیکن اس شرط کو اگر جائز قرار دیا جائے تو سود کو حلال ٹھہرانا لازم آئے گا۔اس وجہ سے یہ شرط ناجائز ہے۔

شرط نہم کا حل:

مگر چونکہ بینک کے لئے یہ اخراجات کرنا مجبوری ہوتی ہے۔اس لئے بینک کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنی شرح منافع اتنی رکھے کہ اس میں اس کے تمام اخراجات آ جائیں اور وہ Lease سے علیحدہ طور پر کوئی ایسی رقم نہ لے، جس کے عوض میں اسے کچھ دیا نہ جا رہا ہو۔

پاکستان میں کوئی بھی چیز لیز پر دینے کے لئے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی طرف سے یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ پہلے اس کی انشورنس کرائی جائے اس لئے تمام بینک لیز پر دی جانے والی گاڑیوں کی انشورنس کرانے پر مجبور ہیں۔

چاہے وہ اپنی لیزنگ کو بطورِ بیع بالتقسیط لیتے ہوں یا بطورِ اجارۂ واقتناع لیتے ہوں۔اس لئے پہلے انشورنس کے بارے میں فقہاء کرام کا مؤقف بیان کرتے ہیں کیونکہ یہ لیزنگ کے لئے لازمی قرار دی گئی ہے۔اس لئے لیزنگ کے جواز یا عدم جواز کا تعلق انشورنس کے حکم کے ساتھ بھی متعلق ہوگا۔

مسودہ دیجئے کتاب لیجئے .... ہزاروں کتب کے طابع وناشر

طباعتِ کتب ہمارا خاص شعبہ ہے جمیل برادرز ناظم آباد نمبر۲ کراچی فون 0334-3319630